شاعری کا مرتبہ یا شعر کی حقیقت

(از: جناب وقار احمد صاحب رضوی۔ ایم۔ اے)

شعر حسن کی تخلیق و تصور کا نام ہے۔ وہ زندگی کی تفسیر بھی ہے اور اس کی تصویر بھی۔ شعر مادی دنیا کا وہ عکس ہے جو شاعر کے ذہن پر جھلکتا ہے اور خیال کی شکل اختیار کرتا ہے۔

آرٹ کا مقصد تلاشِ حسن ہے اور شاعری حسن کی تکمیل کا ذریعہ، تخلیقی ادب کی تاریخ میں شعر معاشی زندگی کا ایک شعبہ ہے۔ جہاں شاعر خیالات و جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ سائنس خیالات میں نظم پیدا کرتی ہے۔ اور شاعری جذبات سنوارتی ہے، شاعری انسانی زندگی کے اندر سے پھوٹتی ہے جس طرح سورج سے روشنی، چاند سے چاندنی اور غنچے سے خوشبو۔ اس کا تعلق حسنِ شعور، اور تخیل سے ہے۔ وہ حسب تمنائے خود آرا کو موجِ زندگی اور جمالِ لالہ و گل کو لباسِ آب و رنگ دیتی ہے تو ماحول میں نشاطِ روح کا ایک چمن کھل جاتا ہے۔ آبشار گنگنانے لگتے ہیں۔ پہاڑوں میں تیشۂ کوہکن کی جھنکار سنائی دینے لگتی ہے اور اس کا نغمہ فضا کو مترنم کر دیتا ہے۔

ارسطو کے نزدیک شاعر، تخلیق کار ہے۔ وہ ندرت پیدا کرتا ہے۔ اور تخیل کی دنیا بساتا ہے جس طرح صانع کا کام صنعت گری ہے۔ اسی طرح شاعر ایجاد اور تخیل کی طاقت کا مالک ہوتا ہے۔

ارسطو وزن اور ابتکار کو شعر کی کسوٹی قرار دیتا ہے۔ وہ شعر کے لئے موزونیت اور تخلیق کا ہونا ضروری سمجھتا ہے۔ وزن شعر کی حقیقتِ لازمہ ہے۔ شائد یہی وجہ ہے کہ دوسری زبانوں کی طرح عربی شاعری کی ابتدا گانے سے ہوئی۔ چنانچہ عرب میں اشعار کے

پڑھنے کو انشاد و نشید کہتے ہیں۔ جس کے معنی گانے کے ہیں (دراصل انشاد تحت اللفظ اور ترنم سے پڑھنے کی درمیانی کیفیت کا نام ہے۔ انشادِ شعر کا وہی مطلب ہے جو قرآن کو ترتیل سے پڑھنے کا) اس کا محرک "قربیض" ہے۔ "قربیض" اونٹ کے گلے کی وہ آواز ہے جو جگالی کرتے وقت اس کے منہ سے نکلتی ہے اس کے بعد سجع کا دور شروع ہوا۔ سجع قمری کی آواز کو کہتے ہیں سجع وزن سے عاری اور قافیہ سے مزیّن تھا۔ سجع کی ترقی یافتہ شکل رجز ہے۔ رجز طویل سفر وں کی تھکن کم کرنے اور ان کے تھکے ماندے اونٹوں پر ایک نشاط اور تازگی پیدا کرنے کے لئے کورس کے طور پر گایا جاتا تھا۔ مُضَرؔ بن نزار عرب میں رجز کا بانی مانا جاتا ہے۔ یہ نہایت خوش گلو انسان تھا۔ مشہور ہے کسی سفر میں یہ اونٹ سے گر کر زخمی ہوا۔ اور اسی درد و کرب میں جو آواز اس کے سریلے گلے سے نکلتی تھی، اس سے مضمحل اونٹوں میں ایک تازگی آئی اور انھوں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ اس طرح حُدی خوانی سے شاعری کا آغاز ہوا۔

شعر کو وزن یا موسیقی سے وہی نسبت ہے جو بول کو راگ سے۔ راگ و نغمہ کے ظہور کے لئے ساز و مضراب کی ضرورت ہے۔ شعر کو ظاہر کرنے کے لئے وزن و قافیہ کی اہمیت ہے۔ وزن و قافیہ۔ طرزِ بیان و اسلوب کے آلات ہیں۔ راگ، صوتِ مطلق کو کہتے ہیں۔ وہ فی حد ذاتہٖ بول کا محتاج نہیں ہوتا۔ راگ جنس ہے اور لفظ و لَے اسکی دو فصلیں ہیں۔ ترتیب کے لحاظ سے لفظ مقدم ہے یعنی فصل بعید ہے اور لَے مؤخر ہے یعنی فصل قریب ہے۔

بول ــــ لفظ اور وزن کے مجموعے کا نام ہے۔ اس لئے جیسے بول بغیر راگ کے بول نہیں، شعر بغیر وزن کے شعر نہیں۔

شعر میں وزن کوئی موسیقی کی صورت نہیں ہے۔ اور نہ وزن شعر میں ہیئتِ موسیقیہ کو کہتے ہیں۔ وزن ایک طبعی مظاہرہ ہے۔ جو عاطفہ کی تصویر کشی کرتا ہے۔ عاطفہ ایک نفسانی قوت ہے۔ اس میں اثر قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ جذبہ کے کچھ جسمانی مظاہر یا اثرات ہیں وہ انسان پر وقتاً فوقتاً نازل ہوتے ہیں۔ مثلاً غصہ، خوشی، غم ــــ غصہ میں انسان آپے سے

باہر ہو جاتا ہے۔ خوشی میں مسرور و شگفتہ نظر آتا ہے اور رنج و غم میں افسردہ و پژمردہ بن جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے قلب میں ایک غیر معمولی تڑپ ہوتی ہے۔ وہ اس کے انفاس کی آمد و رفت پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نفس میں انفعالی طاقت ہے شعر میں اسی انفعالی قوت کا نام وزن ہے۔ وہ انسان کے جسم میں اثر پذیری کے رجحان کو فروغ دیتی ہے جب ہم کسی تاثیرِ خاص کے ادا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو یہ ایک قطعاً فطری عمل ہے کہ ہم ادائے مطلب کے لئے ایسی زبان اختیار کریں جو باوزن ہو اور ٹکڑے ٹکڑے ہو۔ یہی تاثیرِ خاص شعر کو مختلف بحروں میں ڈھالتا ہے۔ اور ارکان کی تکرار سے شعر میں وزن پیدا کرتا ہے۔

وزن شعر کے اجزاء کو جوڑتا ہے۔ اور شعر میں وحدت موسیقی کو جنم دیتا ہے۔ تب شعر، وزن موسیقی کی تکرار کے ذریعہ، وحدت عقیدہ کی تخلیق کرتا ہے۔ اور نظم میں توحیدِ ابیات کو ابھارتا ہے اسی طرح قافیہ بھی غزل کی وحدتِ کا تحفظ کرتا ہے کیوں کہ وہ اشعار میں بار بار آتا ہے۔

وزن سے شعر میں موسیقی پیدا کرتا ہے۔ وزن نے موسیقی پیدا کی۔ موسیقی نے لئے بنائی۔ لئے نے وزن و قافیہ کے ہمراہ نظم کی وحدت کو استوار کیا۔

شعر ایک ناطق مصوری ہے۔ جو ہم سے کھل کر تکلم اور بات چیت کرتی ہے۔ نقاشی ایک خاموش شاعری ہے کہ جس کے نطق کو گویائی کا اعجاز حاصل نہیں۔ شاعری کے مقابلہ میں نقاشی اور مصوری، ساکت و صامت چیزیں ہیں۔ وہ اپنے مافی الضمیر کو اشاروں و کنایوں کے ذریعہ ظاہر کرتی ہیں ان میں رمز و ایما سے کام لیا جاتا ہے۔ شاعری اپنے معانی اور مطلب کو اشعار کے توسط سے بتدریج بیان کرتی ہے۔

فنونِ لطیفہ کی چاروں اقسام میں شاعری مسلمہ طور پر سب سے بلند ہے۔ کیوں کہ یہ بقیہ اصناف کی جامع محاسن ہے۔ شاعری میں حقائق و معارف بھی ہوتے ہیں۔ مصور کا قلم صرف

انہیں کیفیات نفسی کی تصویر کھینچ سکتا ہے جس کا اظہار، عوارض جسمانی سے ممکن ہے لیکن شاعر کی نگاہ انسانی اقدار کی حقیقت اور اس کی گہرائیوں تک پہنچتی ہے۔ ایک بت تراش کا خیال ابعاد ثلثہ کے حدود سے متجاوز نہیں ہوتا۔ لیکن شاعر کا تخیل، ستاروں کی گذرگاہوں سے آگے بھی سفر طے کر سکتا ہے۔

شاعری اور موسیقی کا باہمی تعلق یہ ہے کہ شاعری اور موسیقی دونوں فنِ صوتی یا آواز کے فن کو کہتے ہیں۔ شاعری اور موسیقی دونوں کی بنیاد ایک موزوں، مرتب اور مربوط زبان پر قائم ہے۔ جہاں تک لَے کا تعلق ہے اس معاملہ میں شاعری اور موسیقی دونوں ہم قبیل ہیں۔ وہ صورت موسیقیہ جو وزن اور قافیہ کی شکل میں رونما ہوتی ہے۔ شعر کا تحفظ کرتی ہے۔ پھر اس سے ادبی موسیقی کے نغمے الاپتی ہے۔ شعر کو ترنم سے گایا جاتا ہے۔ اس کی لحن یا طرز بنائی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاعری، شعریت اور موسیقی کا امتزاج ہے۔

فنونِ جمیلہ کے محرکات میں ایک شعورِ نفسِ انسانی ہے۔ جو پہلے اپنے گردوپیش کے حالات کا جائزہ لیتا ہے۔ پھر اس سے متاثر ہوتا ہے۔ دوسرے غور و فکر ہے۔ غور و فکر کے بعد ہی انسان اپنے تاثرات کو محبت، نفرت، غم اور ناامیدی سے تعبیر کرتا ہے۔

انفعالاتِ نفسی کے اظہار کے لئے قدیم ترین چیز، رقص ہے۔ سب سے پہلے انسان نے رقص کی ضرورت اس وقت محسوس کی جب اس نے اپنے کسی دشمن پر فتح حاصل کی۔ وہ خوشی میں پھولا نہ سمایا اور اچھلنے کودنے لگا۔ یہ رقص کی پہلی دریافت تھی۔

پھر وہ خوشی میں رقص کے لئے تنہا کھڑا ہو گیا۔ یا کسی ایسے طائفے کے ساتھ آگے بڑھا۔ جو ہاتھ میں ہاتھ ڈالے تھا اور ان کی حرکات یکساں تھیں وہ انکے ساتھ خوشی میں ناچنے لگا یہ رقص کی دوسری منزل تھی۔

رقص واقع میں کچھ تفاعیل والے اوزان کو کہتے ہیں۔ اوزان منقطوعہ یا خاموش موسیقی کا دوسرا نام رقص ہے۔ مگر یہ کہ اس کے اجزا، اور اوزان، سادہ اور مرکب حرکتوں والے ہیں۔ جن کو

انسان کے جملہ اعضا، ایک لمحہ یا پے درپے لمحات میں ادا کرتے ہیں۔ انفعال نفسی، ہا
پاؤں اور چہرے کے ذریعہ، حرکات جسمانی کو ابھارتا ہے۔ رقص تناسب حرکات کا نام ہے سا
وزن تناسبِ اصوات کا۔

رقص کبھی کبھی غنا، (گانا) کو بھی اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اس وقت ایک ساتھ دو فن جم
ہو جاتے ہیں۔

غناء۔ شروع میں کچھ موزوں سُروں والی آوازیں تھیں بامعنی الفاظ نہیں۔ وہ اظہا
مسرت کے لئے نکلیں۔ پھر یہ اصوات حروف مرکب بنیں۔ ان کو عمل رقص یا حرکات میں ڈھالا گ
ان حروف سے کچھ بے معنی کلمات بنے جیسے تاتا سالا سا را ن ــــ اس طرح ہم نے ایک ایسی ص
زبان (بے معنی) کو پالیا جو موزوں تھی۔ اور جو عاطفۂ انسانی کی تصویر کشی کرتی تھی اسی
نام غناہے۔

اہل عرب کے نزدیک اوزانِ غنا (موسیقی) اور اوزانِ عروضی میں فرق ہے۔ اہل عرو
غنائی اوزان کی موزونیت کو شعری موزونیت کا مرتبہ نہیں دیتے۔ اسی وجہ سے ابوالہلال الع
ان کو غیر موزوں مانتا ہے۔

غنا کا تعلق رقص سے ہے۔ رقص پہلے وجود میں آیا اور غنا بعد میں یعنی رقص کے ذریعہ حر
رقص ہیں۔ اور حرکات کے تطابق سے جو زبان سُروں میں ڈھالی جاتی ہے۔ وہ غنا ہے۔ غ
رقصِ صوت ہے اور رقص، صوتِ حرکات۔

ادب ایک فنِ کلامی ہے۔ وہ عقل اور جذبے کی ترجمانی کرتا ہے۔ ادب کی دو قسمیں ہ
اوّل شعر دوم نثر

شعر ایک فنِ جمیل ہے جو نثر ادبی کا بھائی ہے۔ شعر، نثر کا ہمسفر ہے۔ ان دونوں میں
ادب کی پہلی خصوصیت کا اشتراک پایا جاتا ہے۔ اور وہ خصوصیتِ ادبی نفس سے فکر و شعور کی عکا
ہے۔ شعر اور نثر ایک ہی چیزیں ہیں ایک دوسرے کے مقابل نہیں۔ شعر اور نثر دونوں کو ایک

دوسرے سے قریب لانے کے لئے تو یہ بات کافی ہے کہ دونوں عقل و شعور سے بحث کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے دونوں (شعر و نثر) کا شمار ادب میں ہوتا ہے۔ نثر کی بعض شاخیں جیسے ناول، نازک تشبیہات اور داخلی پلاٹ یہ سب چیزیں تاثیر اور مرقع کشی میں غنائی شاعری سے قربت رکھتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک زندگی کو فنی طریقہ سے برتتی ہے۔ اور اس فن میں عاطفہ اور خیال کو بھی دخل ہوتا ہے۔

اس ربطِ باہمی کے باوجود شعر اور نثر دونوں میں بنیادی فرق ہے اور وہ یہ کہ شعر میں جذبہ، مادۂ اولیٰ ہے۔ اور عنصر اساسی کی حیثیت رکھتا ہے۔ شعر میں عاطفہ، رکنِ اساسی ہے۔ جب کہ نثر — خاص طور سے تاریخ اور نقد میں، فکر، رکن اساسی یا عنصر رئیسی ہے۔ دوسرا فرق وزن کا ہے۔ جو شعر کو بحر میں ڈھالتا ہے۔ اور اس کو ارکانی وزن کے سانچوں میں تبدیل کرتا ہے۔

تیسرا فرق روی والا قافیہ ہے۔ روی اس حرف مکرر کو کہتے ہیں جو شعر کے آخر میں آتا ہے اس سے بھی اہم چیز تاریخی پہلو ہے۔ تاریخی اعتبار سے شعر، نثر سے پہلے وجود میں آیا ہے۔ شاعری اس وقت سے انسان کا ذریعہ اظہار رہی ہے جب انسان اپنے طبعی عواطف کے ساتھ غیر متمدن زندگی بسر کرتا تھا۔ شعر اس پہلے انسان کی زبان تھا جو اپنی عقل، تمدن، کلچر اور تجربوں کے لحاظ سے غیر ترقی یافتہ تھا۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں اقوام کا قدیم تاریخی اور مذہبی سرمایہ اشعار میں ملتا ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کی "مہا بھارت" فارسی میں "شاہنامۂ فردوسی"، یونانیوں میں ہومر کی "ایلیڈ" رومیوں میں ڈانٹے کی "ڈیوائن کامیڈی"۔ انگریزی میں ملٹن کی "پیراڈائز لاسٹ"، اسی طرح عربوں کے تمام قدیم علوم وفنون کا ذخیرہ اشعار میں ہے۔

شعر عقل کی ترجمانی کا فطری (جذباتی) پیرایۂ اظہار ہے۔ نثر ایک ایسی مہذب زبان ہے جو متمدن اور ترقی یافتہ زندگی کی عکاسی کرتی ہے۔ لیکن ایسا نہیں کہ محض ادبی کتابوں ہی کو

نثر کہا جائے بلکہ عام گفتگو اور بات چیت بھی نثر ہے۔ نثر عادی (عام بول چال) ادبی نثر سے پہلے ہے۔ انسان سب سے پہلے گفتگو نثر ہی کرتا ہے۔ پھر نثر ادبی وجود میں آتی ہے۔

چوتھا فرق شعر اور نثر میں موضوع کے لحاظ سے ہے۔ اس کی بنیاد اس بات پہ ہے کہ نثر کا رجحان تقریر و توضیح کی طرف ہوتا ہے۔ نثر اپنی طبیعت کی وجہ سے اس کے لئے مجبور ہے کہ اشیار کی وضاحت کرے۔ جب کہ شعر اپنی جذباتی طبیعت کے اعتبار سے تاثیر اور تصویر کشی کا کام انجام دیتا ہے۔ شعر میں غالب عنصر جذبہ ہے۔ جس کی وجہ سے اس میں اثر اندازی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ نثر کا مزاج توضیحی ہے اور شعر کا تاثیری۔ نتیجہ یہ ہے کہ مناظرہ، تقریر، دینی مسائل، سیاست، اجتماعیت اور علمی مقالات و افسانہ میں نثر سے کام لیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس غزل، مدح، مرثیہ، شعر کے موضوعات ہیں۔

شعر کی بنیاد احساسِ جمال اور تاثیر پر ہے۔ شعر کا جمالیاتی تاثر اس کو مختصر اور تراشیدہ بنا دیتا ہے۔ اگرچہ اس میں تصریح و تشریح نہیں ہوتی۔ جیسا کہ نثر میں وضاحت ہوتی ہے۔ نثر تفصیل پر تکیہ کرتی ہے۔ اور منطقی طریقہ سے مسائل کو بیان کرتی ہے۔ کیوں کہ اس کے پیشِ نظر افادہ وتعلیم ہے۔

پانچواں فرق صورت کے لحاظ سے ہے۔ اس سلسلہ میں دو عناصر کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ ایک خیال اور دوسرے اسلوب ۔ جہاں تک خیال کا تعلق ہے شعر میں عاطفہ کی موجودگی کی وجہ سے خیال زیادہ ہوتا ہے۔ خیال ۔ استعارہ بالکنایہ، تشبیہ بلیغ، تشبیہ مغلوب، اور حسنِ تعطیل میں عنصرِ قوی کا درجہ رکھتا ہے۔ خیال میں یہ طاقت ہے کہ وہ قاری کے ذہن میں قوی تاثرات کو ابھارے۔ خیالِ شعری کے مقابل خیالِ نثری کچھ ذرا کمزور ہوتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نثر کے وضاحتی اسلوب کی وجہ سے خیال، نثر میں کمزور پڑ جاتا ہے۔ نثر میں تشبیہ و تشریح کا غلبہ ہوتا ہے۔ امورِ مجردہ معقولہ موجود فی الذہن غیر موجود فی الخارج کا سمجھنا تشبیہ و تمثیل کے ذریعہ آسان ہوتا ہے۔ وضاحت مطلوب کے لئے تشبیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ نثر میں اسی غرض سے وضاحت و تصریح سے کام لیا جاتا ہے۔

اسلوب² کے مظاہر وزن اور قافیہ میں واضح ہوتے ہیں۔ اسلوب ان کلمات کی تراکیب میں نمایاں ہوتا ہے جو تنافر لفظی، ابتذال، اور علمی اصطلاحات سے خالی ہو۔ اسلوب مختصر اور جامع عبارت میں ظاہر ہوتا ہے جو نحوی قوانین کی پابندی سے سربلند ہو۔ ایجازِ عبارت، شعر کا خصوصی اسلوب ہے یہی سبب ہے کہ شعر کا نثر کرنا ایک مشکل کام ہے۔ کیونکہ نثر میں شعر کا حسن وجمال جاتا رہتا ہے۔ اسلوب، شعر کا اہم عنصر ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ شعر فنی ہو اور اپنی عاطفی طبیعت سے مناسبت رکھتا ہو شعری اسلوب، عام معنی میں وزن و قافیہ کو کہتے ہیں۔ وہ جملوں کی ساخت اور عبارت و تعبیر سے تشکیل پاتا ہے۔ اس اسلوب کی تفصیل و اتمام، علم بلاغت کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم بلاغت شعری تعبیر کا ایک میدان ہے جس سے فنی براعت کی راہیں استوار ہوتی ہیں۔ شعر۔ صناعی اور فنکاری کا اعلیٰ نمونہ ہوتا ہے۔ اسلوب کی بنیاد جذبہ و افکار ہیں — جذبہ و افکار کی ہم آہنگی سے اسلوب کی تخلیق کی جاتی ہے، شعری تعبیر، تہذیب و تاثیر سے عبارت ہے۔

چھٹا فرق مقصد کے لحاظ سے ہے۔ نثر کا مقصد افادہ ہے۔ شعر کا مقصد تاثیر و تاثر ہے۔ شعر کی طبیعت میں فنیت زیادہ ہوتی ہے۔ شعورِ صادق، جذبہ، فکرِ جمیل اور تعبیر غیر واضح سے مل کر شعر، فن کا بہترین نمونہ بن جاتا ہے۔ شعر کا آرٹ۔ دقیق، غیر واضح اور مبہم اس لئے ہوتا ہے کہ اگر وہ واضح اور مفصل ہو تو وہ نثر ہو جائے گی۔

شعر اور نثر دونوں کی طبیعتوں کے فرق کو، دو قسم کی مثالیں لے کر سمجھا جا سکتا ہے چنانچہ مثال کے طور پر نظم سے قصیدہ اور نثر سے قصہ یا داستان کو لیجئے۔ ان دونوں کے درمیان اسلوب اور ہیئت کے لحاظ سے بنیادی فرق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قصیدہ غنائی (غزل) کو نثر میں ڈھالنا اور قصہ کو قصیدہ غنائی بنانا مشکل کام ہے۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے قصیدہ یا قصہ کی فنی رونق جاتی رہتی ہے۔ قصیدہ یا نظم —— اپنے عاطفی عنصر کی وجہ سے مختصر ہوتا ہے۔ قصہ میں تفصیل سے کام لیا جاتا ہے۔ قصہ یا داستان کا آرٹ تفصیل اور وضاحت کا آرٹ ہے۔

قصہ میں ایسے پے در پے واقعات آتے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے مربوط ہوں۔ اور یہی قصہ اور نظم کے درمیان منطقی حد فاصل ہے۔ کیونکہ جب ہم قصہ کو منظوم کریں گے تو نظم میں غیر متعلق چیزیں بھی آجائیں گی۔ ثانوی عناصر عاطفہ کی قوت میں ضعف اور جذبہ کو کمزور کر دیتے ہیں۔ ثانوی عناصر سے مراد ہے وضاحت، ترتیب، استدلال منطقی اور ارتباط باہمی اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نظم اپنی فنیت کو کھو بیٹھتی ہے۔

خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ جب شعریت، نثر کو عارض ہو گی تو نثر کی نثریت اور تفصیل جاتی رہے گی اور نظم میں شعری اوصاف۔ ایجاز و اختصار پیدا ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر نثر، شعریت کو عارض ہو تو شعریت ختم ہو جائے گی اور اس میں تفصیل و وضاحت آجائے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ شعر کی بنیاد خیالِ مصور پر ہے نہ کہ تفاصیلِ کاملہ پر۔

اس کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ شعر کی زبان قصہ سے عزا اور مختلف ہوتی ہے۔ عبارت، تراکیب اور اسلوب کے لحاظ سے۔ شعر میں وزن و قافیہ ہوتا ہے۔ نثر میں نہیں۔ شعر کی زبان الفاظِ نثر کو قبول نہیں کرتی خصوصاً وہ الفاظ جو اصطلاحی ہوں۔ یا وہ الفاظ جو شعور کی عکاسی سے قاصر ہوں۔ اس کا اندازہ اس مکالمہ سے ہو سکتا ہے جو قصہ میں ہے۔ نثر و نظم کے مکالموں دونوں میں فرق یہ ہے کہ قصہ کا مکالمہ مطابق عادت اور وسیع ہوتا ہے لوگ اس کی بات چیت سے مانوس ہوتے ہیں۔ لیکن مثنوی یا منظوم ڈرامہ کے مکالمہ میں الفاظ چنے ہوئے ہوتے ہیں وہ امتیازی شان رکھتے ہیں اور قوی ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ شعری اسلوب، عطائے طبعی اور فطری مَوہبت کا نام ہے۔ وہ موہبتِ فطری، اشیاء کا گہرا احساس کرتی ہے۔ پھر اس زبان کو پاتی ہے جو احساس کی ترجمانی کرے۔

جب شعر کا حسن اس کے اسلوب کے ساتھ اس حد تک وابستہ ہے کہ اس کی ترجمانی کے لئے ایک الگ زبان کی ضرورت ہے تو پھر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ شعر کا نثر میں ترجمہ کرنا مشکل یا ناممکن ہے۔ کیوں کہ مترجم، عقلی حقایق، خیالی تصویروں اور عواطفِ عامہ کو نقل تو کر سکتا ہے

لیکن وہ اپنے ترجمہ میں شعر کی قوت اور اس کا حسن و جمال پیدا نہیں کر سکتا۔ قوت شعر اور اسکا حسن و جمال نثری اسلوب میں زائل ہو جاتا ہے۔

شعر بھرپور اسلوبِ نادر کے ساتھ جذبہ کی تصویر کشی کرتا ہے۔ وہ اسلوبِ نادر، نقد و تشریح پر فوقیت رکھتا ہے۔ اس اسلوب میں ایسی انفرادیت ہے کہ اس پر تنقید نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ اسلوب وہی ہے اور تنقید کسبی جب ہم ادبِ عام اور خاص طور سے شاعری کی بات کرتے ہیں تو اسلوب پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ اسلوب اپنی طبیعت کے لحاظ سے حقایق اور معانی دونوں پر دلالت کرتا ہے۔ اسلوب جذبہ و فکر کا امتزاج ہے۔ اسی بنا پر زبانِ شعر، لفظ و معنی، جذبات و احساسات اور حقائق کی ایک ساتھ عکاسی کرتی ہے۔ ہم میں بہت سے ایسے ہیں جو جمالِ فطرت کا شعور رکھتے ہیں اور اسرارِ حیات کا ادراک کرتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جو جمالِ فطرت اور اسرارِ حیات کو خوش آئند اسلوب میں بیان کر سکیں۔ یہ کمال قدرت شاعر ہی کو حاصل ہے۔ ایسا شاعر جو انفرادی اسلوب کا حامل ہو، اس کو مُلہَم کہتے ہیں۔ شاعرِ مُلہَم، صفاتِ قدسیہ کا مالک ہوتا ہے۔ اس کے شعری آثار کا درجہ دوسرے انشائیات سے بلند ہوتا ہے۔ ان اشعار کو پڑھ کر شاعر کی ذکاوت اور اس کی عبقریت کا احساس ہوتا ہے۔ شاعر کے فہمِ حیات اور اسرارِ حیات کے ادراک کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مطالعہ اور مشاہدہ کس قدر گہرا اور وسیع ہے۔ شائد اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شاعر مُلہَمِ غیب اور تلمیذِ رحمانی ہے۔

اہلِ یونان شاعر کو خالق CREATOR مانتے ہیں۔ اور عبرانی لوگ شاعر کو پیغامبر کا رتبہ دیتے ہیں۔ اور اس کو نبوت کی خلعتِ گراں بہا سے زیب و زینت دیتے ہیں۔ عرب میں شعراء کی بڑی قدر و منزلت کی جاتی تھی جب کہ کسی قبیلہ میں کوئی شاعر پیدا ہوتا تو سارے قبیلہ میں خوشی منائی جاتی جشن منعقد کیا جاتا۔ عورتیں، عود و رباب پر دلربا نغمے گاتیں۔ دوسرے قبائل اس میں شریک ہوتے اور اہلِ قبیلہ ایک دوسرے کو تہنیت پیش کرتے کہ اس قبیلے کے عزّو شرف اور افتخار و شہرت کا ضامن پیدا ہو گیا۔

زمانۂ جاہلیت میں چار قسموں کے لوگوں کو غیبی طاقتوں کا حامل مانا جاتا تھا۔ (۱) کاہن (۲) ساحر (۳) شاعر (۴) جن رسیدہ۔

عربوں کے نزدیک یہ لوگ غیبی اثرات کے متحمل ہوتے تھے۔ وہ نبوت کے مفہوم کو سمجھنے سے عاجز تھے۔ اور نبی کو کسی ایک غیبی طاقت کا مظہر تصور کرتے تھے۔ ان کی نگاہ میں غیبی طاقت کی حامل یہی چار چیزیں تھیں۔ اس لئے وہ نبی کو کبھی کاہن، کبھی ساحر، کبھی شاعر اور کبھی مجنوں کہا کرتے تھے۔

شاعر کا وصف امتیازی — عقل، ادراک، گہری فکر، دور بین نظر، اور صائب الرائے ہوتا ہے ان امتیازی اوصاف کے ذریعہ شاعر مظاہر حیات سے آگے بڑھ کر زندگی کی گہرائیوں کو پالیتا ہے وہ زندگی کے اسرار و رموز کو سمجھتا ہے۔ اور داخلی حقائق اور واقعات و تجربات سے ان کی تائید کرتا ہے ان سب کا مرجع، شاعر کا وہ ذہنِ عاطفی ہے جو آثارِ حیات پر قدرت رکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ وہ آثار و حقائق — زندگی اور رفتارِ حیات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اور ہمارے وجدان کو بیدار کرتے ہیں۔ یہی شاعر کو قوم کی قیادت اور سماج کی زبان بناتے ہیں۔

شاعر محض زبان ہی کا خالق نہیں اور نہ محض فنِ موسیقی، رقص، مصوری اور نقاشی کو جنم دینے والا ہے۔ بلکہ وہ شریعتِ انسانی کا واضع بھی ہے۔ وہ معاشرے کے لئے قانون اعتقاد و عمل اور اخلاقی ضوابط وضع کرتا ہے۔ وہ تہذیب و تمدن کا مؤسس اور فنونِ حیات کا موجد ہے۔ شاعر ایک ایسا استاد کی حیثیت رکھتا ہے جو صداقت اور حسن کے درمیان رشتے کو مضبوط بناتا ہے۔ وہ دنیا کو اخلاق و آداب حیات کا درس دیتا ہے۔ اسی کا نام اس کے نزدیک مذہب یا دین ہے۔

شاعر محض حاضر پر ہی اکتفا نہیں کرتا۔ وہ حاضر کے آئینہ میں مستقبل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کے خیالات ان پھولوں کی طرح ہیں جن کو زمانہ توڑ لیتا ہے۔ شاعر قوم کو بیدار کرتا ہے۔ وہ قوم کے شعور کو جھنجوڑتا ہے۔ وہ امن کا نقیب اور انقلاب کا داعی ہوتا ہے — شاعر — تنزیلِ الٰہی کا عالم اور وحیٔ قدسی کا پیغامبر ہوتا ہے۔ وہ حکمتِ ربانی کا شارح اور کتابِ انسانیت کا مفسر ہوتا ہے — شاعری ایک ایسا آئینہ ہے جس کے شفاف چہرے میں عظیم مستقبل کی پرچھائیں نظر آتی ہے۔ مستقبل کا وہ دھندلا عکس جس کو شاعر اپنے خیالات کی دنیا میں حاضر کے مطابق پیش کرتا ہے۔

شاعر ایک زبانِ ناطق ہے۔ وہ لفظِ ناطق سے اشیاء کی تعبیر کرتا ہے۔ جن کا لوگوں کو ادراک

نہیں ہوتا شاعر اوّل و آخر بہر حال شریعت ساز ہے۔ اگرچہ تشریعاتِ شاعر کا اعتراف لوگ بہت کم کرتے ہیں۔ ہم شاعر سے اخذ کرتے ہیں۔ اس کے خیالات سے استفادہ کرتے ہیں۔ وہ شاعری میں ہمارے لئے مجردات کی تصویر کشی کرتا ہے۔ وہ مجرد خیالات و افکار کی ترجمانی کرتا ہے تو شعر میں اخلاق کی پہنائی کو بھی سموتا ہے۔ اچھا شاعر جذباتی ہونے کے ساتھ ساتھ آفاقی بھی ہوتا ہے اور فلیسوف و حکیم بھی۔

آج کون ہے جو ہندی زبان کی اہمیت سے واقف نہیں ہے؟
ہندی میں اسلام کی دعوت سمجھنے کے لیے
اسلام کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے
ہندی ہفت روزہ ۱۵۲۵ سوئیوالان، دہلی ۶
کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے
ملکی اور بین الاقوامی مسائل پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے تبصرے۔
دینی معلومات میں اضافہ کرنے والے مضامین۔
قرآن، حدیث، کہانیاں، تفسیر اور دوسری دلچسپ چیزیں۔
کانتی کے خود خریدار بنئے
دوسروں کو خریدار بنائیے
یا اپنے شہر کے ایجنٹ سے حاصل کیجئے
فی شمارہ ۳۵ پیسے = ششماہی ۹ روپے سالانہ ۱۸ روپے